امام ولی اللہ رحمہ اللہ کے پروگرام کا اجمالی تعارف

از :- مولانا صوفی عبدالحمید سواتی

امام ولی اللہ کی حکمت میں سب سے پہلے ضروری ہے۔

(۱) فكّ كلّ نظام۔ ہر نظام کو پہلے توڑنا ہے خواہ نظام سرمایہ داری، ملوکیت و شہنشاہیت شاہی ڈکٹیٹرشپ، سوشلزم جو الحاد پر مبنی ہو، نیشنلزم جو ایمان سے خالی ہو اور فوضویت انارکزم وغیرہ تمام نظاموں کو درہم برہم کرنا ضروری ہے اور انقلاب کی شرطِ اوّل ہے۔

(۲) اس کے بعد سب سے پہلے فکر کو پاک کرنا ضروری ہے یعنی ایمان اور توحید کا پاکیزہ عقیدہ اختیار کرنا۔ رسالت اور قیامت پر یقین اور اسی عقیدہ پر مسکین نوازی کی بنیاد قائم کرنا۔

(۳) تقشّف (POVERTY) اور رفاہیت بالغہ (LUXURY) کو ختم کرنا اور حالتِ متوسطہ کا قیام، خوراک، (روٹی پانی) رہائش، (مکان) لباس، صحت، تعلیم کے لیے ایک متوسط حالت قائم کرنا۔ جس میں ہر طبقہ کے لوگ شریک ہو سکیں۔

(۴) تعلیم کو جبری اور لازمی بنانا۔

(۵) ارتکازِ دولت کو روکنا۔

(۶) تعیّش کے اسباب کو مٹانا یا کم سے کم کرنا۔

(۷) تعیّش والے پیشے اور حرام پیشوں کو ختم کرنا اور ممنوع قرار دینا اور تمام جائز اور مفید پیشوں کی حوصلہ افزائی کرنا اور پیشوں کی صحیح تقسیم کرنا۔

(۸) مال کے جمع و خرچ کے قانون (حلال و حرام) کی پابندی۔

(۹) اپنی جائز ضروریات زندگی سے زائد اثاثہ، جائیداد اور مال کو رفاہِ عامہ (عوامی مصلحت) کے کاموں پر خرچ کرنے کیلئے جماعت کے نام منتقل کرنا۔

(۱۰) جدید دنیا نے جن چیزوں میں مادی لحاظ سے ترقی کی ہے۔ اپنے ماحول اور حالات کے مطابق ان سے استفادہ کرنا۔ اس بات کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہر فن و ہنر فلسفہ یا حکمت تمام

انسانوں کی متاعِ مشترک ہے۔ کسی خاص قوم یا طبقہ یا ملک کی میراث نہیں کہ باقیوں کو اس سے محروم کر دیا جائے۔ (خَلَقَ لَکُم مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ البقرہ) کے تحت تمام انسان اس میں شریک ہیں۔ البتہ استفادہ کے لیے جو اصول قرآن یا اسلام نے متعین کیے ہیں۔ جن کی بہتر تفصیل امام ولی اللہؒ نے کی ہے۔ ان کو کام میں لانا چاہیئے، چنانچہ حق استفادہ یا خرید وراثت۔ وصیت۔ ہبہ، وقف۔ صدقہ خیرات، عطیہ اور تحصیل حق سے حاصل ہوگا اور یہی ارتکاز دولت کے روکنے کے ذرائع ہیں۔ کوئی بھی ایسا نظام فطرت کے خلاف ہوگا جو مذہب و دین کی گنجائش اپنے اندر نہ رکھتا ہو یا چھوٹے اور محدود پیمانے پر انفرادی ملکیت کو جائز نہ قرار دیتا ہو۔ اکثر وبیشتر مذہبی راہنماؤں نے پرانے امپریل نظاموں یعنی سرمایہ داری اور ملوکیت یا مستبد ڈکٹیٹروں کے لیے مذہب کو آلہ کار بنایا۔ جس کی بنا پر ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھا۔ بقول ابن خلدون "ابعد الناس عن السیاسۃ العلماء"، علماء اکثر وبیشتر اپنی سادگی کی وجہ سے مات کھا جاتے ہیں اور دوسری جماعتوں کے دم چھلے بنے رہتے ہیں۔ اس لیے ان کی سیاست ناقص ہوتی ہے۔ لیکن علماء میں کامل عقل وفراست رکھنے والے اور پولیٹیکل معاملات کو کماحقہ سمجھنے والے حضرات بھی بہت ہیں اور ہمیشہ رہے ہیں۔ علماء کرام ذہنی شعور کے اعتبار سے تو بلاشبہ بہت آگے ہوتے ہیں۔ لیکن جدید علوم وفنون اور رائج الوقت زبانوں سے نابلد ہونے کی وجہ سے اکثر ان کی تحقیر وتذلیل کی جاتی ہے۔ اسی لیے مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں کہ جدید تعلیم یافتہ حضرات بہت اونچے ہو گئے ہیں اور علماء بہت پستی میں چلے گئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ علماء کو ذرا اونچا کیا جائے، تاکہ یہ دونوں گروہ مل کر انسانیت کی خدمت کر سکیں۔ اس لیے مولانا جدید سائنس اور انگلش زبان کی تحصیل پر بہت زور دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اپنے استاذ الاساتذ حضرت نانوتویؒ کی خواہش کی تکمیل کرنا چاہتا ہوں۔ ہر فن کو اس کے موجدوں کی اصل زبان اور ان کی مقرر کردہ اصطلاحات میں ہی سیکھنا چاہیے۔ خواہ وہ انگریزی فرانسیسی، جرمنی، اطالوی، جاپانی، روسی، چینی، ہندی اور عربی وغیرہ ہو۔ اپنی توجہ عربی ترجمہ پر مرکوز کرنے سے اس قدر فائدہ نہیں ہوگا جس قدر اس کی اصلی زبان سے حاصل ہوگا۔ بلاشبہ گزشتہ چار صدیوں سے جب سے کہ اقوام مغرب (یورپین اقوام) اور بعض ایشیا کی قومیں جس قدر اور جس تناسب سے ترقی کی طرف گامزن ہوئی ہیں اور انہوں نے صنعت وحرفت اور ٹیکنالوجی میں عروج حاصل کیا ہے۔ اور غیر معمولی اکتشافات اور انکشافات کیے ہیں اور مختلف علوم وفنون بالخصوص فوجی اور عسکری علوم یا ملٹری ازم میں غیر معمولی فوقیت حاصل کی ہے، اسی تناسب سے مسلمانوں نے پسپائی اور تنزل کا راستہ اختیار کیا ہے